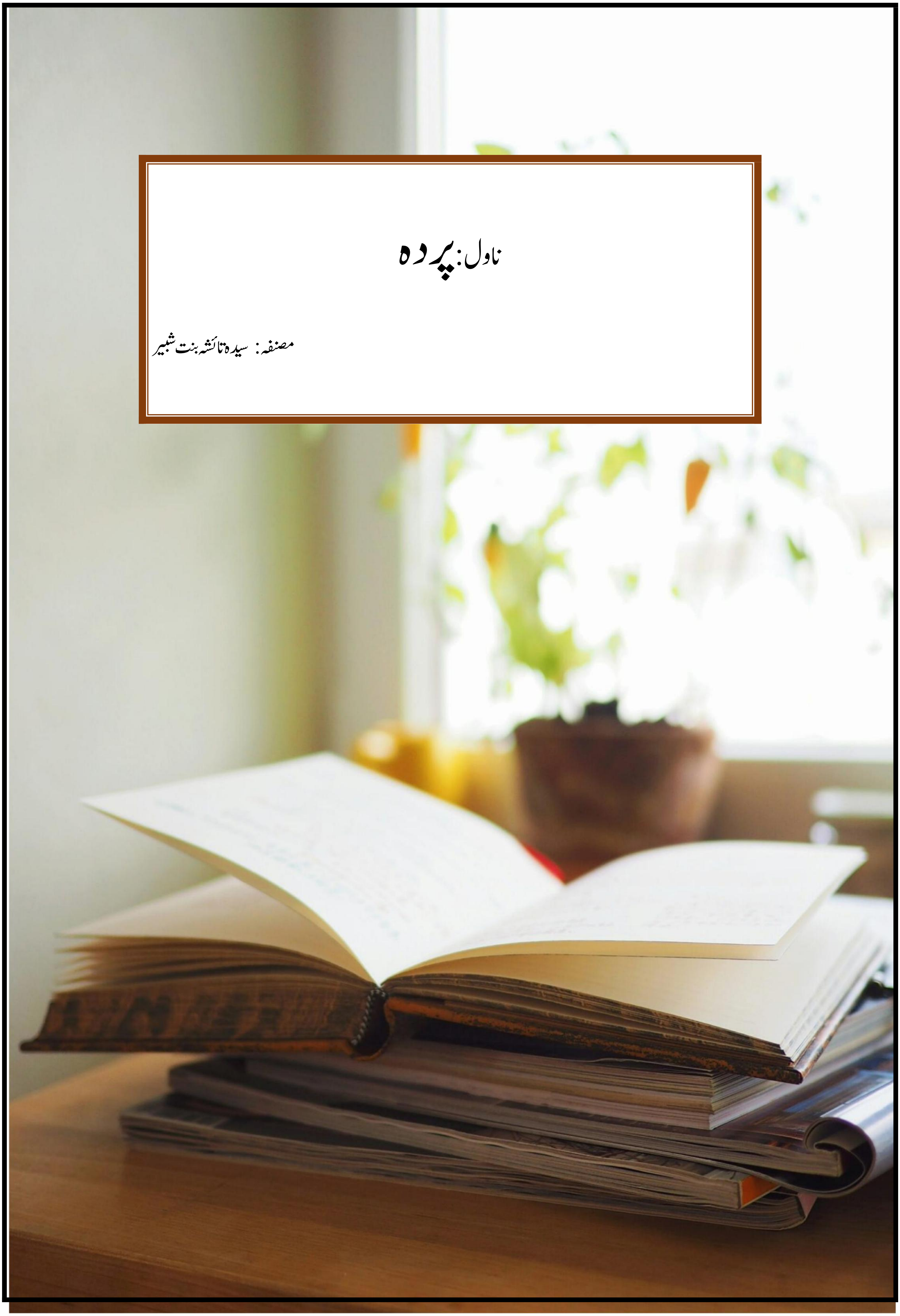

ناول: پردہ

مصنفہ: سیدہ عائشہ بنت شبیر

اردوناولزبلاگز

اردوناولزبلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردوناولزبلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے
آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے۔

کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر pdf براہ کرم اس
اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے۔

:اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔

urdunovelsblog

ویب سائٹ: urdunovels.blogs

ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com

انسٹاگرام: @urdunovelsblogs

فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے!

پردہ

مصنفہ: سیدہ تائشہ بنت شبیر

انتساب:

اس ناول کو میں اُن تمام عورتوں کے نام کرتی ہوں جو پردے کے سائے میں اپنی پہچان بنانے کی جدوجہد کر رہی ہیں، جنہوں نے خاموشی سے اپنی تقدیر بدل دی، اور جن کی کہانیاں سننے کا حق ابھی باقی ہے۔

وہ عورتیں جو روشنی کی تلاش میں پردے کے پار چلتی ہیں، یہ ناول اُن کے حوصلے اور طاقت کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔

پیش لفظ:

السلام علیکم!

امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت اور ایمان کی بہتر حالت میں ہوں گے۔

urdunovelsblog

تو "پردہ" میرا دوسرا مکمل ناول ہے، جس کو میں نے بہت دل، بہت جذبے اور بہت لگن کے ساتھ لکھا ہے۔ یہ تحریر صرف ایک تخلیقی مشق نہیں، بلکہ ایک فکری و روحانی سفر ہے جس میں میں خود بھی کئی بار بکھری، کئی بار سنبھلی، اور کئی بار اپنے اندر کی عورت سے دوبارہ متعارف ہوئی۔ میری بھرپور کوشش رہی کہ یہ ناول صرف کہانی نہ ہو، بلکہ ایک تجربہ بن جائے۔ ایک آئینہ، جس میں ہر قاری خود کو، اپنے معاشرے کو، اپنے نظریے کو اور شاید اپنے ضمیر کو بھی دیکھ سکے۔

اس ناول کی تخلیق کے دوران مجھے سب سے زیادہ احساس اس بات کا ہوا کہ پردہ صرف ایک کپڑے کا نام نہیں، یہ ایک نفسیاتی کیفیت، ایک معاشرتی فضا، ایک مذہبی تعبیر، اور ایک سماجی فلسفہ بھی ہے۔ کچھ کے لیے یہ عزت ہے، کچھ کے لیے قید، کچھ کے لیے تحفظ، اور کچھ کے لیے خاموشی کی چادر۔ مگر میری نظر میں "پردہ" ان سب سے پہلے ایک سوال ہے۔ ایسا سوال جس کا جواب صرف فقہی دلائل سے نہیں، بلکہ شعور، احساس اور درد سے دیا جاسکتا ہے۔

اس ناول کے مرکزی کردار، عالیہ، نیکا، اور دیگر خواتین محض فرضی شخصیات نہیں۔ یہ ان لاکھوں عورتوں کی علامت ہیں جو معاشرے میں موجود تو ہیں، مگر نظر نہیں آتیں۔ جن کے جذبات کو 'پردے' میں رکھنا ہی فخر سمجھا جاتا ہے، اور جن کے خواب صرف رات کی تنہائی میں سانس لیتے ہیں۔

میں اپنی استانی صاحبہ کی بے حد شکر گزار ہوں، جنہوں نے نہ صرف مجھے لکھنے کا شعور دیا بلکہ میری ہر خاموشی کو ایک تحریر میں ڈھالنے کا ہنر بھی سکھایا۔ یہ ناول ان کے صبر، محبت، اور تربیت کا عکس ہے۔ میں اپنی تمام قارئات کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میرے پہلے ناول کو سراہا، پڑھا، سمجھا، اور مجھ پر اعتماد کیا۔

"پردہ" چہرے کے پیچھے کی عورت" صرف ایک خاتون کی کہانی نہیں، یہ ایک نظریاتی بغاوت بھی ہے۔۔ خاموش بغاوت، باوقار بغاوت، جس کا مقصد نہ روایت کو توڑنا ہے، نہ مذہب کو چیلنج کرنا، بلکہ اس بوجھل خاموشی کو آواز دینا ہے جو نسلوں سے عورت کی روح پر چھائی ہوئی ہے۔

یہ ناول ان کے لیے ہے جو پردہ اوڑھتی ہیں اور ساتھ ساتھ شعور بھی۔

جو پردہ نہیں کرتیں، مگر عزت اور وقار کا مفہوم سمجھتی ہیں۔

اور ان کے لیے بھی جو صرف سچائی سے محبت کرتی ہیں چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو۔

میری دعا ہے کہ یہ ناول آپ کے دل کو چُھو جائے، آپ کی سوچ میں ہلچل مچائے، اور آپ کو مجبور کرے کہ آپ خود سے، اپنی بیٹی سے، اپنی ماں اور بہن سے نئے سوال کریں۔ بغیر ڈرے، بغیر جھکے۔

اگر میری تحریر آپ کے دل میں ایک لمحے کو بھی روشنی کی کرن بن سکی، تو یقین مانیں، میری محنت کامیاب ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق، عدل، محبت اور فہم عطا فرمائے۔ (آمین)

فی امان اللہ!

خوش رہیں!

~سیدہ تائشہ بنت شبیر

urdunovelsblog

باب اول: خاموش لفظ

"کبھی کبھی خاموشی بھی شور کرتی ہے۔۔۔ مگر سننے والے کو سنائی کب دیتا ہے؟"

عالیہ نے یہ جملہ اپنی ڈائری کے کونے میں لکھا، اور لمحہ بھر کے لیے قلم روکا۔ کمرے میں خاموشی اتنی گہری تھی جیسے ہر چیز اس کے ساتھ سانس روک کر کھڑی ہو۔ باہر سے صرف اذان کی آواز آ رہی تھی، جو بلند آواز میں نانی کے کمرے سے آتی ہوئی ریڈیو سے نشر ہو رہی تھی۔

یہ لاہور کا پرانا محلہ تھا، جہاں گلیاں تنگ تھیں، لیکن نظریں وسیع۔

عورتوں کی ہر سانس پہ پہرہ، اور مردوں کی ہر بات پہ اجازت۔ عالیہ کا بچپن انہی گلیوں میں گزرا تھا، جہاں بچیوں کو پہلے "چادر" دی جاتی ہے، اور پھر "خاموشی" سکھائی جاتی ہے۔

آج بھی اس نے سیاہ برقعہ پہنے بغیر کمرے سے باہر قدم نہ رکھا۔ یہ وہی برقع تھا جو اماں کی شادی کے وقت جہیز میں آیا تھا، پھر اماں سے عالیہ تک پہنچا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اماں نے اسے بوجھ سمجھ کر پہنا، اور عالیہ نے بغاوت چھپا کر۔

urdunovelsblog

"عالیہ! چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے!"

نانی کی آواز میں پرانی دہلیزوں کی سختی تھی۔ وہ عورت جو کبھی اپنے شوہر کے سامنے زبان نہ کھول سکی، اب گھر کی آواز تھی۔

عالیہ نے سر پر دوپٹہ درست کیا اور کمرے سے باہر نکلی۔ نانی صحن میں چارپائی پر بیٹھی تھیں، سر پر سفید چادر، ہاتھ میں تسبیح، اور چہرے پر وہی پرانا پردہ۔ جو کبھی اترا ہی نہیں۔

"لڑکی ہو کر بھی تم اتنی دیر تک کمرے میں اکیلی رہتی ہو؟ کیا کرتی ہو اندر؟" نانی کا انداز مشکوک تھا۔

"پڑھتی ہوں، نانی۔" وہ منمنائی تھی۔

"پڑھائی کب ختم ہو گی؟ نہ تمہیں کوئی رشتہ آتا ہے، نہ تم ماں کی طرح گھر کا کام سیکھتی ہو۔ خدا کا خوف کرو، پردے میں رہنا سیکھو۔"

عالیہ نے خاموشی سے چائے کا کپ بڑھایا اور سوچا،

"نانی کو کون بتائے کہ میں پردے میں ہوں، مگر میرے لفظ پردے میں نہیں رہے"

رات کو سب سو چکے تھے۔اماں کچن میں چولہا بند کر کے جا چکی تھیں، نانی اپنے کمرے میں تسبیح کے ساتھ سو گئی تھیں۔عالیہ نے احتیاط سے لیپ ٹاپ آن کیا۔اس کی آنکھیں چمکنے لگیں، جیسے کسی قید خانے میں روشنی کی کرن چمکتی ہے بلکل ویسے ہی۔

اسکرین پر "آزاد قلم" کا بلاگ کھلا۔وہ اپنے تخلص سے ہزاروں عورتوں کے لیے لکھتی تھی۔ایسے لفظ جنہیں کوئی سننے کو تیار نہ تھا، مگر پڑھنے والے بڑھتے جا رہے تھے۔

آج کا موضوع تھا۔

"پردہ۔اختیار یا زنجیر؟"

اس نے ٹائپ کرنا شروع کیا۔

"میں ایک برقعہ پہننے والی عورت ہوں۔

میں خاموش ہوں، مگر میرے لفظ زندہ ہیں۔

مجھے پردہ پسند ہے۔جب وہ میرا انتخاب ہو۔

مگر جب وہ میرے جسم کے ساتھ میری آواز کو بھی ڈھانپے۔تو وہ پردہ نہیں، پنجرہ ہے۔"

وہ لکھتی گئی، جیسے برسوں کی گھٹن اب لفظوں کی صورت میں نکل رہی ہو۔

لفظ، جو کبھی اس کی آنکھوں میں قید تھے، آج اسکرین پر سانس لے رہے تھے۔

اگلی صبح جب عالیہ صحن میں چائے لے کر بیٹھی تو نانی کے ہاتھ میں اخبار تھا۔ صفحہ اول پر بڑی سرخی تھی ‹‹

"نامعلوم بلاگر 'آزاد قلم' کی تحریر نے مذہبی اور سماجی حلقوں میں ہلچل مچادی"

عالیہ کی انگلیوں سے چائے کا کپ لرز گیا۔

نانی بڑبڑائیں،

"یہ آج کل کی لڑکیاں اسلام کے نام پر فتنہ پھیلا رہی ہیں۔ دیکھو تو کیسے بے حیائی کو علم کا نام دے رہی ہیں۔"

عالیہ خاموش رہی۔ اس کے ہونٹوں پہ چپ، مگر دل میں طوفان اٹھ رہا تھا۔

وہ جانتی تھی، اب کوئی پردہ سلامت نہیں رہے گا۔

باب دوم: آواز کی دیواریں

"آوازیں دیواریں پھلانگ سکتی ہیں۔۔۔ مگر کیا دیواریں کبھی آواز بن سکتی ہیں؟"

صبح کی فضا میں ہلکی ہلکی خنکی تھی۔ لاہور کی وہ مخصوص خزاں جب دھوپ سرد ہوتی ہے، اور سایہ مزید سرد۔ عالیہ صحن میں بیٹھی سلائی مشین پر کچھ سی رہی تھی۔ نانی کی چادر کی سلائی ڈھیلی ہو گئی تھی، اور نانی کسی درزی کو چادر دینا گناہ سمجھتی تھیں۔

عالیہ کے ہاتھ چل رہے تھے، لیکن اس کی نظریں خالی تھیں۔ جیسے اس کی سوچیں کہیں اور تھیں۔

کل رات کی تحریر وائرل ہو چکی تھی۔

"آزاد قلم" کا بلاگ اب صرف ایک خفیہ صفحہ نہیں رہا تھا۔ وہ آواز بن چکا تھا۔ ایک ایسی آواز جسے دبانے کے لیے ایک دنیا تیار تھی۔

اندرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ اماں نے چادر سنبھالی اور باہر نکل گئیں۔

"کون ہے؟"

"دانش احمد... صحافی۔ عالیہ بی بی سے بات کرنی ہے۔"

عالیہ نے پردے کے پیچھے سے سنا، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

urdunovelsblog

"دانش احمد؟ وہی جو فیمینزم پر تنقید کے لیے مشہور تھا؟ وہ اب میرے دروازے پر؟"

اماں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"وہ کسی سے نہیں ملتی۔اور صحافیوں سے تو بالکل بھی نہیں۔"

"میں صرف دومنٹ مانگ رہاہوں۔اگر وہ آزاد قلم نہیں، تو مجھے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔"

عالیہ نے دروازے کی جالی سے جھانکا۔ایک دبلا پتلا، ذہین آنکھوں والا نوجوان، ہاتھ میں فائلیں، آنکھوں میں حیرت۔

وہ پہلی بار کسی ایسے شخص کو دیکھ رہی تھی جو لفظوں کی آواز پر دروازے تک آیا ہو۔

نانی صحن میں بیٹھی سب سن رہی تھیں۔ان کے چہرے پر جلن تھی، جیسے کسی نے ان کی دہلیز پر آگ رکھی ہو۔

"اماں، یہ سب عالیہ کی کتابوں کا اثر ہے۔اب یہ دروازے پر لڑکے آنے لگے ہیں۔خدا کا خوف کرو۔"

عالیہ چپ رہی۔

دل میں سو سوال، زبان پر قفل، لیکن آنکھوں میں سوالوں کا طوفان۔

رات آئی، چاند کی روشنی کھڑکی سے اندر آئی، اور عالیہ نے ڈائری کھولی۔

"آوازیں دیواریں توڑتی ہیں۔مگر کچھ دیواریں اتنی پرانی ہو جاتی ہیں کہ ان میں دراڑ ڈالنا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔

آج ایک مرد میری تحریر پر سوال لے کر آیا۔

کیا یہ سچ میں میرا سوال تھا؟

یا میں خود اپنے اندر کی آواز سے ڈر رہی ہوں؟"

اگلی صبح نانی نے عالیہ کو بلا لیا۔

"ادھر آ، بیٹھ۔"

urdunovelsblog

عالیہ نے دوپٹہ سر پر درست کیا اور آہستہ آکر چارپائی کے پاس بیٹھ گئی۔

"تجھے یاد ہے، تیری نانی کبھی اسکول نہیں گئی تھی؟"

"جی، نانی۔"

"میں نے ایک خط لکھا تھا، جوانی میں۔ اپنے شوہر کے خلاف۔ مگر کبھی بھی بھیج نہ سکی۔ جانتی ہے کیوں؟" وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟" عالیہ نے حیرانی سے پوچھا

"کیونکہ میری ماں نے کہا تھا، 'عورت کی زبان اگر قلم بن جائے، تو گھر اجڑ جاتے ہیں۔'

اور میں نے وہ خط جلا دیا تھا۔"

نانی کی آنکھوں میں نمی تھی۔ پہلی بار عالیہ نے ان کے چہرے پر خاموشی کی جگہ ایک شکست دیکھی۔

اس رات عالیہ نے دانش کو ای میل کی۔

صرف ایک جملہ۔

"سوال پوچھنے کی اجازت چاہیے، جواب دینے کی نہیں۔"

اور ساتھ ایک فائل منسلک کی۔ وہ تحریر جو اُس نے کبھی کسی کے سامنے نہیں لکھی تھی۔

"پردے کے پیچھے کی پہلی عورت۔ میری نانی"

باب سوم: چپ کی چیخ

"جو لفظ زبان پر نہ آسکیں، وہ روح میں چیختے رہتے ہیں۔"

urdunovelsblog

کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کھڑکی کے پردے سے کھیل رہی تھی، اور عالیہ کا چہرہ نیم اندھیرے میں ساکت تھا۔ لیپ ٹاپ کھلا تھا، مگر اسکرین خالی۔ وہ گھنٹوں سے بیٹھ کر صرف سوچ رہی تھی۔

آج اس کی چپ میں ایک شور تھا۔ نانی کا جلا ہوا خط جیسے اس کے اندر جلتا رہا ہو، برسوں۔

"تمہیں سوال کرنے کی اجازت ہے، جواب کی نہیں"

یہ ای میل دانش کو بھیجی گئی تھی، مگر دراصل عالیہ نے یہ جملہ خود اپنے دل سے کہا تھا۔

دانش نے اگلی صبح فوراً جواب دیا:

"جوابات کی دنیا میں ہم صرف سوالوں کو سزا دیتے ہیں۔

آپ کا سوال بہت قیمتی ہے۔

"کیا میں ایک بار آپ سے مل سکتا ہوں؟ صرف بطور قاری، ایک سامع۔"

صبح کا وقت تھا۔ عالیہ اماں کے ساتھ باورچی خانے میں کھڑی تھی۔ گیس پر دودھ چڑھا تھا، اور چولہے کی آنچ مدھم تھی۔

اماں خاموشی سے کام کر رہی تھیں، لیکن ان کے چہرے پر کچھ کہنے کی خواہش لرز رہی تھی۔

"اماں... نانی کبھی آپ سے کچھ چھپاتی تھیں؟"

اماں نے ایک پل کو رک کر عالیہ کی طرف دیکھا۔

"نانی؟ وہ تو خود سے بھی بہت کچھ چھپا کے جیتی تھیں۔"

" کبھی ان کا ماضی بتایا؟" وہ بہت کچھ جاننا چاہتی تھی مگر جھجک بھی رہی تھی۔

"بس اتنا کہ... ان کی زندگی ایک خط تھا، جو کبھی پوسٹ نہیں ہوا۔"

عالیہ نے سوچا، کیا میں وہ خط ہوں؟ کیا میں اس خاموش چیخ کی گونج ہوں؟

urdunovelsblog

دوپہر کو نانی سو گئی تھیں۔اماں کپڑے تہ کر رہی تھیں۔عالیہ نے ایک نرم نیلا دوپٹہ اوڑھا، پرس سنبھالا اور پہلی بار اپنی مرضی سے باہر نکلی۔

اس نے دانش کو ایک مخصوص چائے خانے میں بلایا تھا۔پرانی انارکلی میں، چھت پر بیٹھنے کی جگہ، دور گلیوں کے ہنگامے سے ہٹ کر۔

دانش پہلے سے موجود تھا۔کتابوں کا شیدائی، اس کی آنکھوں کے نیچے ہلکے، جیسے نیند سے نہیں، الفاظ سے لڑتا رہا ہو۔

عالیہ نے چہرے پر نقاب اوڑھا، لیکن آنکھیں کھلی رکھیں۔

وہ سامنے جا بیٹھی۔

خاموشی۔

دانش نے نظریں جھکائیں، اور کہا۔

"آپ جیسی عورتیں میرے سوالوں سے محفوظ رہنی چاہییں۔کیونکہ میرے سوال عام نہیں ہوتے۔"

"اور میرے جواب؟ وہ عام نہیں ہو سکتے۔" عالیہ نے دھیرے سے کہا۔

دانش نے مسکرا کر ایک پرانی فائل اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ 1974 کا ایک غیر شائع شدہ مضمون ہے۔'عورت اور پردے کا داخلی تعلق'۔

اسے ایک نامعلوم مصنفہ نے لکھا تھا، جس نے اپنا نام صرف 'اے۔بی' دیا۔

کیا آپ کی نانی کا نام بیگم آمنہ تھا؟"

عالیہ کا دل جیسے رک سا گیا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"کیونکہ اُس تحریر میں وہی سوال ہے جو آپ نے کل اپنے بلاگ پر اٹھایا۔

اور قلم کی خوشبو پہچانی جاتی ہے، عالیہ۔"

urdunovelsblog

وہ دونوں ایک لمحے کو خاموش ہو گئے۔ جیسے دو زمانے آپس میں مل رہے ہوں۔

ایک سوال کی صورت میں، دوسرا جواب کی صورت میں۔

تبھی دانش نے آہستہ سے کہا۔

"عالیہ۔۔آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اگر نانی کا خط جلایا نہ جاتا، تو آپ کی زندگی کیسی ہوتی؟"

عالیہ نے جواب دیا۔

"تب میں شاید چپ نہ ہوتی۔۔ لیکن شاید اتنی گہرائی بھی نہ ہوتی۔ نانی کی چیخ میرے لفظوں میں زندہ ہے۔"

جب عالیہ گھر لوٹی، تو نانی جاگ رہی تھیں۔ انہوں نے ایک پرانا ڈبہ کھولا، جس میں وہ جلا ہوا خط تھا۔ بس راکھ نہیں، کچھ جلے ہوئے الفاظ باقی تھے۔

"مجھے پردے سے شکایت نہیں، مگر جو پردہ میری سوچ پر ڈال دیا گیا ہے۔

وہ میری روح گھٹنے لگا ہے۔"

"یہ خط آج پھر مکمل ہوا ہے، تیری شکل میں۔" نانی نے لرزتی آواز میں کہا۔

اس رات عالیہ نے بلاگ پر نئی تحریر لکھی

"چپ کی چیخ۔ایک عورت کی تین نسلوں کی کہانی"

"میری نانی نے ایک خط جلایا، میری ماں نے خواب چھوڑے، اور میں لفظوں کو پردہ دے کر بولتی ہوں۔ کیا تم سن سکتے ہو، یہ چپ جو چیخ رہی ہے؟"

urdunovelsblog

باب چہارم: لفظوں کی سزا

"جب لفظوں کو قید کیا جائے، تو وہ خاموش نہیں ہوتے وہ چیخ میں بدل جاتے ہیں۔"

صبح کی فضا میں ایک عجیب بے چینی تھی۔ کچن میں چائے ابل رہی تھی، لیکن آج اماں کے ہاتھوں کی لرزش اس میں شامل تھی۔ نانی چھت پر تسبیح لیے بیٹھی تھیں، مگر ان کی آنکھیں افق پر نہیں، آسمان سے نیچے زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ جیسے کسی انہونی کو محسوس کر رہی ہوں۔

عالیہ ناشتے کی میز پر خاموش بیٹھی تھی۔ لیپ ٹاپ اس کے سامنے کھلا تھا، لیکن آج وہ اسکرین اسے خوفناک لگ رہی تھی۔

"چپ کی چیخ" بلاگ پر اپ لوڈ ہو چکی تھی، اور صرف بارہ گھنٹوں میں تین لاکھ سے زیادہ لوگوں نے پڑھا تھا۔

کمنٹس میں کچھ نے سراہا، کچھ نے دعا دی،

مگر کچھ نے دھمکی دی۔

"تم جیسے فتنے اس معاشرے کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

اپنی زبان بند رکھو، ورنہ ہم تمہارا چہرہ بے نقاب کر دیں گے!"

"نامعلوم نہیں رہو گی، اب تمہاری شناخت ہم ڈھونڈ نکالیں گے!"

عالیہ نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ آنکھوں میں نمی، پر ہونٹ بند۔

دروازے پر زور کی دستک ہوئی۔

نانی نے چونک کر اماں کی طرف دیکھا، اور اماں نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا

"اللہ خیر کرے۔"

urdunovelsblog

دروازہ کھولا تو محلے کے مولوی صاحب، ان کے ساتھ دو نامعلوم افراد، ہاتھ میں پرچہ۔ آواز میں سختی۔

"السلام علیکم آپ کی بیٹی یا بہو 'آزاد قلم' کے نام سے لکھتی ہیں؟"

اماں گھبرا گئیں۔

"نہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں۔"

مولوی صاحب نے کاغذ تھمایا، جس میں عالیہ کے بلاگ کا پرنٹ آؤٹ تھا اور آخر میں ایک جملہ۔

"یہ عورت مذہب اور معاشرتی اقدار کے خلاف زہر پھیلا رہی ہے۔"

نانی نیچے آ گئیں۔ آنکھوں میں وہی پرانی آگ جو برسوں دبائی گئی تھی۔

"یہ پرچے ہمیں نہ دو، مولوی صاحب۔ ہم نے تو زندگی بھر پردے میں رہ کے صرف دھوکا ہی دیکھا ہے۔"

مولوی صاحب رُک گئے، حیرت سے نانی کو دیکھا، جیسے وہ پہلی بار بول رہی ہوں۔

"اور اگر کوئی عورت لفظوں سے پردہ اٹھا رہی ہے، تو شاید وہ صرف اپنے دکھ دکھا رہی ہے۔ فتنہ نہیں، فریاد ہے۔"

مولوی صاحب چلے گئے، لیکن نانی کی آواز گھر میں گونج گئی۔

عالیہ کمرے میں تھی، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

لیکن اب وہ خوف سے نہیں، فیصلے سے نکلے تھے۔

اس نے قلم اٹھایا، اور ایک نیا مضمون لکھنے لگی۔

لیپ ٹاپ پر لفظ بہتے گئے۔

"جب عورت کے لفظ کو سزا دی جاتی ہے،

تو وہ چپ نہیں ہوتی۔ وہ تاریخ لکھتی ہے۔

urdunovelsblog

"تم میرا پردہ ہٹانا چاہتے ہو۔؟تو آؤ، میں خود اپنے چہرے کا نقاب اتارتی ہوں۔تاکہ تمہیں معلوم ہو،

کہ پردے کے پیچھے صرف چہرہ نہیں، صدیوں کی چپ دفن ہے۔"

وہ پہلی بار بغیر تخلص، بغیر چھپائے، اپنا نام لکھ کر بلاگ شائع کرتی ہے۔

"از قلم عالیہ آمنہ بیگم"

کمرے کی کھڑکی سے آتی ہوا نے پردہ ہلایا، جیسے خاموشی کے سائے اب پیچھے ہٹنے لگے ہوں۔

نانی نے چھت سے نیچے جھانکا،اماں نے عالیہ کو لپٹا لیا۔اور پہلی بار، تین نسلیں ایک ہی لمحے میں سچ بولنے کے جرم پر متحد ہوئیں۔

باب پنجم: نقاب زدہ سچ

"سچ ہمیشہ برہنہ ہوتا ہے مگر کبھی کبھی وہ نقاب میں آتا ہے،تاکہ دنیا اسے سن سکے۔"

صبح کی پہلی کرن جب صحن میں اتری،تو عالیہ کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔

وہ رات بھر جاگتی رہی تھی۔اس کی تحریر اب صرف ایک بلاگ نہ تھی۔وہ ایک اعلان بن چکی تھی۔اس اعلان کے ساتھ جڑا تھا اس کا نام،اس کی پہچان، اور اس کی نسلوں کی چپ۔

ٹیبل پر ایک خط رکھا تھا۔یونیورسٹی آف پنجاب کی دعوت۔

عنوان۔"پردہ نسوانی شناخت اور بیانیے کے تناظر میں"

عالیہ نے خط کو ہاتھ میں لیا، جیسے کوئی خواب چھو لیا ہو۔

مگر ساتھ ہی دل میں لرزہ۔ کیا وہ واقعی کھلے عام بول سکے گی؟۔

یا پھر اس کے لفظ سچ بن کر بھی خطرہ بن جائیں گے۔؟

نانی اماں کا ماضی۔

1971ء کا لاہور۔

بیگم آمنہ، تب 22 سالہ لڑکی، نوخیز، روشن آنکھوں والی، لڑکیوں کے کالج میں اردو ادب کی طالبہ۔

کتب، سوال، مکالمہ سب سے بلا کا عشق رکھتی تھی۔

مگر پردہ واجب، سوال گناہ۔

ایک دن انہوں نے کالج کی دیوار پر ایک پمفلٹ چپکایا۔

"پردہ آنکھ سے نہ ہو، سوچ سے بھی نہ ہو!"

کالج میں ہنگامہ مچ گیا۔ پرنسپل نے طلب کیا، مولوی والد نے تھپڑ مارا۔

وہ تحریر ان کے لیے جرم بن گئی۔

اسی شام ان کی منگنی کر دی گئی۔

رشتہ ایک سید زادے سے جو "پردہ دار بیوی" کا خواہشمند تھا۔

آمنہ بیگم نے تب ایک خط لکھا۔ اپنے منگیتر کے نام، جس میں انہوں نے اپنے خیالات بیان کیے، اپنے جذبے، اپنی سوچ۔

مگر ماں نے خط جلا دیا۔

"عورت اپنے شوہر سے پہلے اپنی زبان سنوارے، قلم نہیں۔"

urdunovelsblog

آمنہ بیگم نے اپنی سوچ لپیٹ دی۔

مگر وہ خط ان کے اندر ایک نقاب زدہ سچ بن کر پلتا رہا۔

موجودہ وقت۔

عالیہ نے نانی کا ہاتھ تھاما۔

"نانی، مجھے ایک سیمینار میں بولنے جانا ہے۔ پردے پر، آپ کی کہانی پر۔"

نانی کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

"تو وہ کرے گی، جو میں نہ کر سکی؟"

"نہیں نانی میں وہ بولوں گی، جو آپ نے لکھا مگر کبھی کہا نہیں۔" عالیہ بولی۔

یونیورسٹی کا آڈیٹوریم لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ طلبہ، اساتذہ، صحافی، تجزیہ کار۔ اور ایک کونے میں بیٹھا دانش بھی۔

عالیہ اسٹیج پر پہنچی، سادہ لباس، دوپٹہ سر پر، مگر آنکھوں میں لہو رنگ سچ۔

مائیک تھاما، اور کہا۔

"پردہ صرف کپڑے کا نہیں ہوتا۔

پردہ دل پر بھی ہوتا ہے، زبان پر بھی، خواب پر بھی۔

میری نانی نے ایک خط جلایا۔

ایک عورت کی چیخ، جو کبھی آواز نہ بن سکی۔

آج میں وہ خط پڑھنے آئی ہوں، نقاب میں چھپا وہ سچ، جو نسلوں نے دبایا۔"

پھر اس نے پرانے کاغذ سے جلے الفاظ پڑھے۔

"میں مانتی ہوں پردہ عورت کی عظمت ہے،

مگر اگر وہ پردہ سوچ پر ڈال دیا جائے،

تو وہ قبر ہو جاتی ہے۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

کچھ نے تالیاں بجائیں، کچھ نے غصے سے دانت چبائے۔

مگر عالیہ کی آواز میں پہلی بار کانپنے کے بجائے گونج تھی۔

سیمینار کے بعد میڈیا کے نمائندے آئے، ایک رپورٹر نے پوچھا۔

"آپ مذہب، روایت، اور تہذیب کو چیلنج نہیں کر رہیں؟"

"میں چیلنج نہیں کر رہی۔ میں وہ سچ دکھا رہی ہوں جو برسوں سے نقاب میں قید ہے۔ یہ سچ کسی کا دشمن نہیں۔ یہ صرف عورت کی سانس ہے، جو گھٹن سے باہر آنا چاہتی ہے۔" عالیہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

اس رات نانی نے عالیہ کے ہاتھ میں ایک نیا خط تھمایا۔

"یہ میں نے آج لکھا ہے تیرے لیے۔"

"اے میری بیٹی، جس دن تو بولی،

میری چپ نے شکر ادا کیا۔

تُو صرف عالیہ نہیں، تُو وہ لفظ ہے

urdunovelsblog

جو صدیوں بعد لکھا گیا ہے۔

پردے کے پیچھے اب اندھیرا نہیں

روشنی آگئی ہے۔"

باب ششم: پردے کے باہر کی دنیا

" کبھی کبھی پردے کے باہر کی دنیا، پردے کے اندر کی دنیا سے زیادہ بھیانک ہوتی ہے۔"

یونیورسٹی سیمینار کے بعد شہر میں جیسے ہلچل مچ گئی۔ عالیہ کے نام پر اخباروں میں سرخیاں، سوشل میڈیا پر مباحثے، اور محلے میں افواہوں کا طوفان۔

محلے کی خواتین نے اماں سے راستہ بدل لیا۔ کچھ نے سلام لینا بند کر دیا، اور کچھ نے کھسر پھسر کرنا شروع کر دیا۔

"آج کی لڑکیاں صرف بولنا چاہتی ہیں، چپ رہنے کا ہنر تو مر گیا ہے۔"

"کیا یہ وہی عالیہ ہے جو کبھی سر جھکا کے بازار سے گزرتی تھی؟"

گھر میں اماں خاموش تھیں، لیکن ان کے چہرے پر ایک ایسی بے چینی تھی جو کبھی پہلے نہ دیکھی گئی۔

نانی نے محسوس کیا، مگر کچھ نہ کہا۔

عالیہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر نئے کالم کی تیاری میں مصروف تھی۔

"پردہ۔ روایت یا قید؟"

اچانک اماں کمرے میں داخل ہوئیں۔

urdunovelsblog

دروازہ آہستہ سے بند کیا، اور بولیں۔

"کیا سب عورتیں اتنی خوش قسمت ہوتی ہیں کہ اپنا سچ لکھ سکیں؟"

عالیہ چونک گئی۔

"اماں؟"

اماں کرسی پر بیٹھ گئیں۔

ان کی آنکھوں میں نمی، آواز میں لرزش تھی۔

"میں نے بھی ایک بار سوچا تھا کہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ کالج جاؤں، اسکول میں پڑھاؤں مگر ابا نے کہا۔

'عورت کا اصل علم چار دیواری میں ہوتا ہے۔'

میں نے کتاب بند کر دی، اور چولہا کھول لیا۔

پردہ کیا تھا میں نے، مگر صرف کپڑوں کا نہیں۔

خوابوں کا، بولنے کا، اور جینے کا۔"

عالیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

وہ اماں کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

"اماں آپ نے کبھی مجھے یہ سب کیوں نہیں بتایا؟"

اماں نے کہا۔

"شاید اس لیے کہ میں چاہتی تھی، تُو وہ زندگی جیئے جو میں نہ جی سکی۔

اور شاید اس لیے بھی کہ میں اب تک خود کو قائل نہ کر سکی تھی کہ 'پردہ' میری مرضی نہیں، میری مجبوری تھا۔"

کچھ دن بعد۔

خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ عالیہ کو ایک نامعلوم نمبر سے مسلسل کالز آرہی تھیں۔

ایک رات، دروازے پر ایک خط چپکا ملا۔

"بند کرو اپنے پردے کے قصے۔ ورنہ ہم تمہیں ایسا پردہ پہنائیں گے جو کبھی نہیں ہٹے گا۔"

اماں نے خط پڑھا، اور دروازہ اندر سے تالا لگا دیا۔

مگر نانی نے کچھ اور کیا۔

وہ عالیہ کے پاس آئیں، اور بولیں۔

"بیٹی، اب وقت ہے کہ ہم صرف لفظ نہ لکھیں۔ ہم باہر نکلیں۔"

"کہاں، نانی؟" عالیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم عورتوں کے لیے لکھتی ہو؟ تو چلو، انہی عورتوں کے پاس۔ چلو ان گلیوں میں جہاں پردہ صرف کپڑوں کا نہیں، بلکہ پیٹ کا، آواز کا، تشخص کا ہے۔

تم 'پردے کے پیچھے' لکھتی ہو،

اب 'پردے کے باہر' کی دنیا بھی دکھاؤ۔" نانی نے مسکرا کر جواب دیا۔

عالیہ، نانی اور اماں ایک شیلٹر ہوم پہنچے۔ وہاں بیٹھی عورتیں۔ کوئی جلائے گئے خوابوں کے ساتھ، کوئی چھوڑے گئے بچوں کے ساتھ، کوئی عزت کے نام پر زخمی۔

عالیہ نے ان سے باتیں کی۔ ان کی درد بھری کہانیاں سنی۔

ایک لڑکی، صرف 17 سال کی، بولی کہ۔

"میرا بھائی کہتا تھا کہ عورت کا پردہ اس کا غرور ہے، مگر اسی نے مجھے رات کو چادر میں چھپا کر مارا تھا۔"

urdunovelsblog

عالیہ کی آنکھوں میں آگ بھر گئی۔

اس نے نانی کی طرف دیکھا، اور کہا۔

"اب یہ اواز صرف میری نہیں رہی۔اب یہ ہر اس عورت کی آواز ہے۔جو پردے کے نام پر دفن کی جا رہی ہے۔"

دانش، جو اب تک خاموش تماشائی رہا تھا، عالیہ سے ملنے چلا آیا۔

وہ تھما ہوا، ہچکچاتا ہوا، مگر کچھ کہنے کو بے قرار تھا۔

"عالیہ، میں میں پہلے نہیں سمجھ پایا۔

مجھے لگا تم غلط راستے پر ہو۔

مگر اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

عالیہ کی آنکھوں میں نمی، مگر لبوں پر ہلکی مسکراہٹ۔

"میں ساتھ نہیں مانگتی، دانش۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تم میرے راستے میں دیوار نہ بنو۔"

دانش خاموش ہو گیا۔ شاید وہ پہلا مرد تھا جو عورت کے سچ کے سامنے جھکنے لگا تھا

-

باب ہفتم: چہرے پر لکھا سچ

"جب پردہ ہٹتا ہے تو صرف چہرہ نہیں، معاشرہ بھی ننگا ہوتا ہے۔"

شام کا وقت تھا۔

عالیہ کی آنکھوں کے نیچے تھکن کی لکیریں تھیں، اور سامنے لیپ ٹاپ پر ایک کھلا صفحہ۔

کالم کا عنوان۔

"ہم نے انہیں چھپا دیا۔ کیونکہ وہ عورت تھیں"

یہ کالم وہ تھا جو شیلٹر ہوم کی عورتوں کی سچائی پر لکھا گیا تھا۔

ان عورتوں کی کہانی جو صرف جسم پر نہیں، وجود پر بھی پردہ اوڑھے ہوئے تھیں۔

کالم کی چند سطریں یہ تھی۔

"وہ ایک ماں تھی، مگر اس کا جرم یہ تھا کہ وہ بیٹے کے بجائے بیٹی کو سینے سے لگاتی تھی۔

وہ ایک بہن تھی، مگر اس نے بھائی کی بے غیرتی پر سوال کیا تھا۔

وہ ایک بیوی تھی، مگر شوہر کے جھوٹ پر خاموش نہ رہ سکی۔

وہ سب عورتیں تھیں۔ اور یہی ان کا گناہ تھا۔"*

عالیہ نے "پبلش" کا بٹن دبایا۔

جیسے ہی کالم آن لائن ہوا، موبائل بجنے لگا۔

نوٹیفیکیشنز، شیئرز، تبصرے، اور دھمکیاں۔

پہلے دکان دار نے اماں کو سودا دینا بند کیا۔

پھر مسجد کے خطیب نے خطبے میں نام لیے بغیر کہا۔

"ایک نئی فتنے باز عورت نسل تیار ہو رہی ہے۔

ان کی زبانیں آگ اُگلتی ہیں، جو چہروں کو بے حیا کرتی ہیں۔"

پھر وہ دن آیا جب محلے کی مسجد کے باہر ایک بینر لٹکا ملا۔

"عالیہ فتنہ ہے۔ فتنے کی زبان کاٹ دو!"

گھر کے اندر خوف اور آگہی کی جنگ جیسا ماحول بن چکا تھا۔

اماں رو پڑیں۔

"بیٹی، تو جو چاہتی ہے وہ سمجھ آتا ہے، مگر یہ دنیا یہ دنیا نہیں بدلے گی۔"

نانی نے اماں کا ہاتھ تھاما۔

"ہم دنیا کو نہیں، عالیہ کو سنوار رہے ہیں۔

اور عالیہ وہ اب صرف ہماری نہیں، ہر اس عورت کی آواز ہے جو سچ کو پہچاننا چاہتی ہے۔"

اسی دوران، ایک اور حیرت انگیز واقعہ سامنے آیا۔

سیدہ ثریا بی بی۔ ایک ساٹھ سالہ بیوہ عالیہ کا کالم پڑھ کر عدالت پہنچ گئیں۔

پٹیشن دائر کی۔

"میں چاہتی ہوں کہ میرے شناختی کارڈ سے 'شوہر کا نام' ہٹا دیا جائے۔

وہ میرا باپ نہیں، میرا مالک نہیں۔

میں اپنی شناخت صرف اپنے نام سے چاہتی ہوں ثریا بنتِ زہرہ۔"

عدالت میں سنسنی پھیل گئی۔

ٹی وی چینلز پر بریکنگ نیوز چل رہی تھی۔

"ایک بیوہ نے معاشرتی نظام کو چیلنج کر دیا!"

عالیہ نے اس خبر پر ایک اور کالم لکھا۔

"عورت کا نام۔ عورت کے نام سے"

فتویٰ اور فتویٰ دینے والے۔

مولوی اسلم قادری، ایک معروف مذہبی اسکالر، نے فتویٰ جاری کیا۔

urdunovelsblog

"عورت اگر سچ لکھے تو فتنہ بن جاتی ہے۔

ایسی زبان کو خاموش کرنا واجب ہے۔

عالیہ جیسی عورتیں عورت نہیں، بغاوت ہیں۔"

اخباروں نے سنسنی پھیلا دی۔

عالیہ کا چہرہ بلیک اینڈ وائٹ میں شہ سرخی بنا۔

"ایک قلم، ایک کفر"

عالیہ نانی کے پاس گئی، پریشان، وہ کافی سہمی ہوئی تھی۔

"نانی، یہ فتویٰ، یہ غصہ، یہ تنقید کیا میں غلط ہوں؟"

نانی آہستہ سے اُٹھیں، اور ایک پرانا صندوق کھولا۔

اس میں ایک پرانی تصویر تھی۔ نانی جوان تھیں، چہرے پر نقاب، مگر آنکھوں میں چمک۔

ساتھ ہی ایک پرانی اردو کتاب

"عورت کی صدا۔"

مصنفہ۔ آمنہ زہرہ (نانی کا خفیہ قلمی نام)"

"یہ آپ؟" عالیہ نے حریت سے کہا۔

"میں بھی کبھی بولی تھی، بیٹی۔

مگر میری آواز صرف چھپنے تک زندہ رہی،

بازار میں آنے سے پہلے دفن کر دی گئی۔

اب میری قبر سے تیری آواز نکل رہی ہے۔

اور سچ کی آواز قبر میں نہیں رہتی۔" نامی نے مسکرا کر کہا۔

باب ہشتم: پردے کی روشنی

"روشنی وہی ہے جو اندھیروں کو چیر کر نکلتی ہے، چاہے وہ پردے کی گہری تہہ ہو۔"

رات کا سناٹا گھر پر چھایا ہوا تھا۔

urdunovelsblog

لیپ ٹاپ کی ہلکی روشنی میں عالیہ ایک بار پھر نئے کالم کی تحریر میں مصروف تھی۔

موبائل اچانک بج اٹھا۔

اسکرین پر ایک نام تھا جو عالیہ نے کبھی پہلے نہیں دیکھا۔

"نیکا"

ایک عجیب سی ہمت اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ عالیہ نے کال اٹھائی۔

"ہیلو؟"

ایک نرم، پراسرار آواز بولی۔

"عالیہ آپ کو میں نہیں جانتی، مگر میں آپ کو جاننا چاہتی ہوں۔ میں نیکا ہوں مولوی اسلم قادری کی بیٹی۔"

عالیہ کے ہونٹ ہل گئے۔ وہ لمحہ جب اس نے وہ نام سنا، جیسے پوری دنیا تھم گئی ہو۔

"آپ نے جو کچھ کیا، وہ میرے دل کو چھُو گیا۔

میں اپنے والد کے خیالات سے اختلاف کرتی ہوں۔

میں بھی پردے کی قید میں بند تھی، مگر اب میں باہر آنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ کی مدد چاہیے۔"

اس گفتگو نے عالیہ کے دل میں ایک نئی روشنی جلائی۔

یہ روشنی محض کوئی امید نہیں، بلکہ ایک انقلاب کی پہلی چنگاری تھی۔

اسی دوران، عدالت میں تاریخی سماعت جاری تھی۔

ثریا بی بی نے اپنے حق میں عدالت کو قائل کرنا شروع کیا۔

"یہ کیس صرف ایک شناختی کارڈ کا نہیں، بلکہ عورت کی آزادی اور وقار کا معاملہ ہے۔" جج نے کہا۔

لیکن سماعت کے دوران باہر فتوے بازی اور دھمکیاں شدت اختیار کر چکی تھیں۔

"بیٹی، تم اپنی حفاظت کرو۔ یہ لڑائی آسان نہیں۔" عالیہ کی والدہ نے اسے سمجھایا۔

عالیہ کے دل میں طوفان تھا، مگر اس کی آنکھوں میں عزم کی چمک تھی۔

وہ جانتی تھی کہ روشنی کے لیے اندھیروں سے لڑنا پڑتا ہے، اور وہ لڑنے کو تیار تھی۔

باب نواں: روشنی کا سفیر

"جب دو روشنی کے سفیر ایک ساتھ چلیں، تو اندھیروں کے قلعے بھی لرز جاتے ہیں۔"

رات کے آخری پہر میں عالیہ اپنے چھوٹے سے کمرے میں بیٹھی تھی، کاغذات، نوٹس اور کتابوں کے درمیان۔

فون کی گھنٹی بجی۔

نیکا کی آواز اب مزید پُراعتماد تھی۔

"آج کی دنیا میں تبدیلی کی ضرورت ہے، اور ہم وہ تبدیلی لا سکتی ہیں۔"

نیکا نے عالیہ کو بتایا کہ کیسے اس کے والد کی سختی اور قدامت پسندی نے اس کی آزادی چھینی، اور کیسے وہ اب اپنے والد کے دائرہ اختیار سے باہر نکلنا چاہتی ہے۔

"میں چاہتی ہوں کہ عورتیں خود فیصلہ کریں، خود بولیں، اور خود جئیں۔"

عالیہ نے نیکا کو دعوت دی کہ وہ مل کر ایک چھوٹا گروپ بنائیں جو عورتوں کے حقوق کے لیے کام کرے۔

"ہم صرف لکھ نہیں سکتے، ہمیں عملی طور پر بھی قدم اٹھانا ہو گا۔"

urdunovelsblog

چند دن بعد، ایک چھوٹے سے کمرے میں مختلف عمر، مختلف پس منظر کی عورتیں جمع ہوئیں۔

کسی کے چہرے پر خوف تھا، کسی کی آنکھوں میں امید، تو کسی کے ہونٹوں پر خاموش احتجاج۔

"یہاں ہر ہم عورت کی کہانی سننے کے لیے ہے۔ یہاں ہر پردے کے پیچھے چھپی آواز نکلنے کے لیے ہے۔"

عالیہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

"یہ پردہ ہمارا قید خانہ نہیں، بلکہ ایک چیلنج ہے جسے ہم توڑیں گے۔" نیکا نے کہا۔

میٹنگ میں ایک نوجوان لڑکی، زینب، جو اپنے والد کے ظلم سے تنگ آچکی تھی، نے اپنی کہانی سنائی۔

"میں کبھی اسکول نہیں گئی کیونکہ گھر والوں نے کہا کہ 'تعلیم لڑکیوں کے لیے نہیں۔'"

عالیہ اور نیکا نے زینب کو حوصلہ دیا اور وعدہ کیا کہ وہ اس کے لیے تعلیم کے راستے تلاش کریں گے۔

اسی دوران، اخبار اور ٹی وی چینلز پر عالیہ اور نیکا کی خبریں آنا شروع ہو گئیں۔

کچھ لوگ ان کے حامی بنے، کچھ مخالف۔

urdunovelsblog

لیکن دونوں نے ٹھان لیا تھا کہ اب وہ رکیں گی نہیں۔

نیکا کے والد نے اپنی طاقت استعمال کرنا شروع کر دی، اور عالیہ کو ایک خطرناک انتباہ بھیجا گیا۔

"اگر تم نے نیکا کو اپنے ساتھ جوڑا تو تمہارا انجام اچھا نہیں ہو گا۔"

لیکن عالیہ نے ہار نہ مانی۔

اس نے نیکا کو فون کر کے کہا۔

"ہم روشنی کے سفیر ہیں، ہم اندھیروں سے نہیں ڈرتے۔"

باب دسواں: اندھیروں کا مقابلہ

"اندھیرے کبھی روشنی کو ختم نہیں کر سکتے، مگر روشنی کو کمزور ضرور کر سکتے ہیں۔"

صبح کا پہلا سورج گھر کی کھڑکی سے دھیرے دھیرے اندر آرہا تھا، مگر عالیہ کے دل میں چھایا اندھیرا ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

گزشتہ دنوں کی دھمکیاں، خبروں کی تنقید، اور محلے کی سرد مہری نے اسے اندر سے کمزور کر دیا تھا۔

رات کو دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

عالیہ نے ڈر کے مارے قدم روک لیے۔

دروازہ کھولا تو کچھ اجنبی لوگ کھڑے تھے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہم تمہیں چپ کرانے آئے ہیں۔"

"میرے قلم کو نہیں روک سکتے۔"

عالیہ نے بہادری سے کہا۔

اسی دوران، نیکا نے اپنے والد سے علانیہ طور پر فاصلے کا اعلان کیا۔

اس نے اپنے والد کے خلاف ایک ویڈیو جاری کی، جس میں کہا گیا تھا کہ۔

"میرے والد کا نظریہ میرے لئے بندش ہے، میں آزادی چاہتی ہوں۔"

نیکا اور عالیہ کی ہمت نے معاشرے کے کچھ حصے کو جھنجھوڑا۔

عورتوں کے حقوق کے لیے بڑے پیمانے پر مہم شروع ہوئی۔

urdunovelsblog

شہر میں جلسے، ریلیاں، اور ورکشاپس کا سلسلہ شروع ہوا۔

لیکن گھر کے اندر حالات کشیدہ ہو گئے۔

"تم نے گھر کا نام دھویا ہے۔"

عالیہ کی والدہ نے کہا۔

"میرا نام میرا حق ہے۔"

عالیہ نے جواب دیا۔

باب گیارہواں: پردے کے پار آزادی

"آزادی صرف جسم کی زنجیروں کو توڑنے کا نام نہیں، بلکہ دل کی قید سے نکلنے کا سفر ہے۔"

urdunovelsblog

صبح کی ہلکی روشنی میں، عالیہ اور نیکا ایک چھوٹے کیفے میں بیٹھی تھیں۔

دونوں کے چہرے پر تھکن کے ساتھ عزم کی جھلک تھی۔

نیکا نے ہاتھ میں کافی کا کپ تھاما اور بولی۔

"آج سے ہم صرف پردے ہٹانے والی نہیں، بلکہ پردے کے پار روشنی لے کر جانے والی ہیں۔"

عالیہ نے ایک موبائل ایپ کا خاکہ بنایا، جس کے ذریعے عورتیں اپنی کہانیاں محفوظ اور گمنامی میں شیئر کر سکیں گی۔

"یہ ایپ ہماری آواز بنے گی، جہاں کوئی خوف نہیں، صرف سچ ہو گا۔"

عالیہ کے والد نے نرمی دکھانا شروع کر دیا تھا۔

نانی کی باتوں اور حالات کی شدت نے ان کے دل کو بھی بدل دیا تھا۔

ایک دن، والد نے عالیہ سے کہا۔

"بیٹی، میں تمہاری جدوجہد کو سمجھنے لگا ہوں۔ شاید تم ہی صحیح راستے پر ہو۔"

نیکا نے اپنے والد سے مکمل علیحدگی اختیار کی اور خودمختار زندگی شروع کی۔

اس نے ایک تعلیمی ادارے میں نوکری شروع کی جہاں وہ لڑکیوں کو تعلیم دینے کی ذمہ داری سنبھال رہی تھی۔

آہستہ آہستہ، شہر میں عورتوں کی سرگرمیاں بڑھنے لگیں۔

عالیہ اور نیکا کی مہم نے نئی نسل کو حوصلہ دیا تھا۔

عورتیں اپنے حقوق کے لیے بولنے لگیں، پردے کے سائے میں چھپی آوازیں اب بلند ہو رہی تھیں۔

باب بارہواں: نئی صبح کے خواب

urdunovelsblog

"ہر رات کے بعد ایک نئی صبح آتی ہے، جس میں خواب حقیقت کا روپ دھارتے ہیں۔"

صبح کی پہلی کرنوں کے ساتھ، شہر کے اسکولوں میں لڑکیوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا تھا۔

عالیہ اور نیکا کی محنت رنگ لانے لگی تھی۔

نئی نسل اب پردے کو صرف جسمانی پردہ نہیں سمجھتی، بلکہ ذہنی آزادی کی علامت بھی جانتی تھی۔

زینب، جو کبھی تعلیم سے محروم تھی، اب ایک اسکول کی طالبہ تھی۔

اس نے اپنی کتابوں کے بیچ عالیہ کا نام لکھا تھا۔

"وہ عورت جس نے میرے خوابوں کو پروان دیا۔"

عالیہ کے گھر میں خوشی کا سماں تھا۔

اب والد اور بیٹی کے درمیان بات چیت کا دروازہ کھل چکا تھا۔

اماں اور نانی نے بھی عالیہ کے ساتھ نئے تعلقات استوار کیے۔

نیکا نے اعلان کیا کہ وہ ایک خواتین کے لیے مرکز کھولے گی۔ جہاں وہ تعلیم، تربیت اور خوداعتمادی کے لیے کام کریں گی۔

"یہ مرکز ان عورتوں کے لیے روشنی کا مینار ہوگا، جو پردے میں چھپی ہوئی ہیں۔"

شہر میں عورتوں کی تنظیموں کا جال پھیلنے لگا تھا۔

مرد حضرات بھی اب ان تبدیلیوں کو سمجھنے لگے تھے۔

"یہ وقت ہے کہ ہم سب مل کر پردے کو علم اور شعور کے ساتھ بدلیں۔" ایک استاد نے کہا۔

urdunovelsblog

باب تیرھواں: پردہ، روشنی اور انقلاب

"جب پردہ گرنے لگے تو روشنی خود بخود بکھرنے لگتی ہے، اور انقلاب کی ہوا چلنے لگتی ہے۔"

شہر کے مرکزی پارک میں جمع ہوئی ہزاروں عورتیں اور مرد، دونوں، ہاتھوں میں پلے کارڈز تھامے ہوئے تھے۔

پلے کارڈز پر نعرے لکھے گئے تھے۔

"آزادی ہمارا حق ہے!"

"تعلیم سب کے لیے!"

"پردہ نہیں، حقوق!"

مائیک کے سامنے کھڑی عالیہ کی آواز میں جوش اور جذبہ صاف سنائی دے رہا تھا۔

"یہ انقلاب صرف عورتوں کا نہیں، بلکہ پورے سماج کا ہے۔ ہم پردے کو قید نہیں، بلکہ اپنی پہچان کا حصہ بنائیں گے۔"

نیکا نے بتایا کہ کیسے انہوں نے لڑکیوں کے لیے تعلیمی مرکز کھولا اور کتنی خواتین اب خود مختار بن چکی ہیں۔

"یہ پردہ ہمیں چھپانے والا نہیں، بلکہ ہمیں مضبوط بنانے والا ہونا چاہیے۔"

مگر یہ سب آسان نہیں تھا۔

کئی لوگوں نے مخالفت کی، دھمکیاں دی گئیں، لیکن وہ سب کے سب عزم کے سامنے بے بس تھے۔

حکومت نے عورتوں کی تعلیم اور کام کی حمایت میں نئے قوانین بنائے۔

urdunovelsblog

شہریوں میں شعور بڑھنے لگا۔

نوجوان لڑکیاں اب نہ صرف سکول جاتی ہیں، بلکہ کالجز اور یونیورسٹیوں میں نمایاں مقام حاصل کر رہی تھیں۔

یہ انقلاب ایک نئے دور کا آغاز تھا۔

جہاں پردے کی قدر تھی مگر غلامی نہیں۔

جہاں عورت کی عزت اور حقوق کا احترام تھا۔

جہاں ہر عورت کو اپنی شناخت کے لیے حق ملا۔

باب چودھواں: نئی دنیا کے سفیر

"نئی دنیا وہ ہے جہاں ہر عورت اپنے حق کے لیے کھڑی ہو، اور ہر آواز کو سنا جائے۔"

صبح کی روشنی میں شہر کی گلیوں اور اسکولوں میں ایک نئی حرارت محسوس ہو رہی تھی۔

عالیہ اور نیکا نے اپنے تجربات اور علم کو نوجوان لڑکیوں کے ساتھ بانٹنا شروع کر دیا تھا۔

ایک کمیونٹی سینٹر میں نوجوان لڑکیاں جمع تھیں۔

وہ ایک دوسرے کے ساتھ اپنے خواب، خوف، اور امیدیں بانٹ کر رہی تھیں۔

"تم ہی وہ نئی دنیا کے سفیر ہو، جو پردے کے پار روشنی لے کر آئے گی۔" عالیہ نے کہا۔

"ہم ایک نیٹ ورک بنائیں گے جو پورے ملک کی لڑکیوں کو جوڑے گا، تاکہ کوئی بھی تنہا نہ رہے۔" نیکا نے منصوبہ بتایا۔

نوجوان لڑکیوں نے اپنے گھروں میں بھی مشکلات کا سامنا کیا، مگر اب ان کے دلوں میں ہمت کی چمک تھی۔

وہ جانتی تھیں کہ تبدیلی آہستہ آہستہ آتی ہے، مگر وہ پیچھے نہیں ہٹیں گی۔

اب معاشرے میں چھوٹے چھوٹے گاؤں اور شہروں میں بھی لڑکیوں کی تعلیم اور خود مختاری کی بات ہونے لگی تھی۔

مرد بھی اب ان عورتوں کی مدد کر رہے تھے جو اپنی شناخت کے لیے لڑ رہی تھیں۔

باب پندرہواں: پردے کے بعد کی دنیا

"جب ایک عورت اپنے خوف کا پردہ چاک کر دیتی ہے، تو دنیا کا منظر بدل جاتا ہے۔"

urdunovelsblog

ایک سال گزر چکا تھا۔

اب وہی شہر جہاں عورتیں دب کر رہتی تھیں، ایک نئی شناخت کا گہوارہ بن چکا تھا۔

عالیہ نے اپنی جدوجہد پر ایک کتاب لکھی تھی۔

"پردے کے پار کی عورت"

اس کتاب میں اس نے ہر اس لمحے کو قلمبند کیا جو اسے توڑنے کے لیے کافی تھا، مگر وہ ٹوٹی نہیں۔

کتاب کی تقریبِ رونمائی میں نیکا بھی موجود تھی۔

"ہم نے صرف پردے کو نہیں ہٹایا، ہم نے خوف، خاموشی، اور بے بسی کے اندھیروں کو بھی چیر دیا ہے۔" نیکا بولی۔

نوجوان لڑکیاں جو ایک وقت میں صرف پردے کے پیچھے بیٹھ کر خواب دیکھتی تھیں، اب اداروں کی سربراہی کر رہی تھیں۔

ایک سرکاری دفتر میں، ایک نوجوان افسر نے پردہ اوڑھ کر کہا۔

"یہ پردہ میری پہچان ہے، مگر میری زبان، میری قابلیت، اور میرے فیصلے میرے ہتھیار ہیں۔"

عالیہ اب نانی کے پہلو میں بیٹھی، چھت پر آسمان کو دیکھ رہی تھی۔

"بیٹی، تم نے وہ کر دکھایا جو ہم نے صرف سوچا تھا۔" نانی بولی

"اب جو بھی بیٹی پیدا ہو گی، اس کے قدموں کے نیچے صرف زمین نہیں، ایک نئی دنیا ہو گی۔" عالیہ نے آسمان کو تکتے ہوئے کہا

نیکا کو خواتین کے حقوق پر کام کرنے کے لیے بین الاقوامی ایوارڈ ملا۔

اس نے اپنی تقریر میں کہا کہ۔

"پردہ صرف چہرے پر نہیں ہوتا، دل اور ذہن پر ہوتا ہے۔ ہم نے وہ پردے ہٹائے ہیں۔"

urdunovelsblog

باب سولھواں(آخری باب): اختتام نہیں،آغاز۔

"کچھ کہانیاں ختم نہیں ہوتیں،وہ ایک نئی صبح کی پہلی کرن بن جاتی ہیں۔"

شہر میں بہار کا موسم تھا۔ ہر گلی، ہر سڑک پر رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ جیسے کسی نے برسوں کے سیاہ پردے کو ہٹا کر روشنی کو آزاد کر دیا ہو۔

آج عالیہ کی آخری تقریر تھی۔

ایک بڑے اجتماع میں، جہاں ہزاروں لوگ جمع تھے، عالیہ مائیک کے سامنے کھڑی تھی۔

اس کے ہاتھ میں وہی دوپٹہ تھا جو اس نے اپنی پہلی تقریر میں اوڑھا تھا۔

"میں نے یہ دوپٹہ کبھی اپنے چہرے کو چھپانے کے لیے اوڑا تھا، پھر میں نے اسے آنسو پونچھنے کے لیے استعمال کیا، اور آج... یہ میری پرچم بن چکا ہے۔
یہ دوپٹہ اب خاموشی کی علامت نہیں، بلکہ بغاوت، روشنی اور عزت کا نشان ہے۔"

ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

نیکا کے تربیتی مراکز ملک بھر میں کھل چکے تھے۔

ہر گاؤں، ہر شہر میں لڑکیاں اب کمپیوٹر سیکھ رہی تھیں، قانون پڑھ رہی تھیں، اور اپنے لیے فیصلہ کر رہی تھیں۔

"آپ کی کہانی میری ماں کو پردے سے باہر لے آئی۔ اب وہ میرے ساتھ سکول جاتی ہیں۔" نیکا کے پاس ایک بچی آکر بولی۔

زینب، جو کبھی ایک خاموش، سہمی ہوئی بچی تھی، اب ایک استاد بن چکی تھی۔

"ہمیں پردہ کرنے سے نہیں، سوچ کو چھپانے سے ڈرنا چاہیے۔" زینب اپنی کلاس میں آکر بولی

رات کو، عالیہ اپنی نانی کے ساتھ چھت پر بیٹھی تھی۔

آسمان پر چاند پورے جوبن پر تھا۔

"نانی، کہانی ختم ہو گئی؟" عالیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں بیٹی، یہ اختتام نہیں

یہ تو بس روشنی کا آغاز ہے۔"

نانی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

(تمت بالخیر)

urdunovelsblog